عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

جمادی الاول ۱۴۳۰ھ/ مئی ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد: هفتم

شماره: 9

فهرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرالٰہی (پہلی قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

ذکرِ حق پاک است چوں پا کی رسید
رخت بر بندد، بروں آید پلید
چوں درآید نامِ پاک اندروہاں
نے پلیدی ماند ونے آن وہاں (مولانا رومیؒ)

ترجمہ: اللہ کا ذکر پاک ہے جب پا کی پہنچتی ہے تو گندگی بستر باندکر باہر نکل جاتی ہے۔ جب پاک نام منہ کے اندر آیا تو نہ ناپا کی رہی نہ وہ ناپاک منہ رہا۔

بادۂ الست کے مے گسار عشقِ الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں۔ 'قربِ بے غیبت' اُن کا حال اور تصورِ جاناں اُن کا شعار ہوتا ہے۔

قربِ بے غیبت نمازِ عاشقاں
فی صلوٰۃٍ دائمونم آرزوست (سید الملۃؒ)

ترجمہ: عاشقوں کی نماز اللہ کے ایسے قرب والی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ دھیان سے اوجھل ہونا نہیں ہے۔ ایسی دائمی نماز کی آرزو ہے۔

یادِ حبیب سے اُن کے دل پُر انوار اور اُن کی خلوت وجلوت عینِ بہار ہوتی ہے۔ اُن کے ظاہر و باطن کا نکھار اللہ تبارک وتعالیٰ کے دائمی دھیان واستحضار سے ہوتا ہے۔ حبِّ الٰہی کی طرح یادِ حق اُن کے ریشے ریشے میں سرایت کر جاتی ہے۔ اُن کا ہر بُنِ مُو 'آوازِ دوست' سے پُر شور ہو جاتا ہے اور ہر رگِ جان ذکر کی دلنواز صدا بن جاتی ہے۔ تہلیل وتسبیح اُن کا مشغلہ، حمد وثنا اُن کا معمول اور ہمہ وقت دھیانِ الٰہی اُن کا شیوہ ہوتا ہے۔ وہ اس عالم میں یادِ الٰہی کے زندہ نشان اور ذکرِ الٰہی کی ایسی چابیاں ہوتے ہیں جن کے دیکھنے سے غفلت کے قفل کھل جاتے ہیں۔ غافلوں تک کو بے اختیار اللہ تبارک وتعالیٰ یاد آجاتے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّ مِنَ النَّاسُ مَفَاتِیْحُ لِذِکْرِ اللّٰہِ اِذَا رَئَو اذکر اللّٰہ

ترجمہ: یقیناً لوگوں میں بعض لوگ ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں جب انہیں دیکھیں تو اللہ کی یاد آتی ہے۔

حبِّ الٰہی کا غلبہ انہیں ہر آن حق تعالیٰ شانہٗ میں شاغل رکھتا ہے اور یادِ محبوب کا دوام اُن کے دلوں کو غیر

سے فارغ کر دیتا ہے کہ جب ذکر کی حقیقت قلوب پر چھا جاتی ہے اور ذکر دل کے اندر پیوست و راسخ ہو جاتا ہے تو ماسوا کا فکر و دھیان قلب سے کلیۃً خارج ہو جاتا ہے اور سالک پر آیتِ کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (اور یاد کر نام اپنے رب کا اور ہو جا اُس کا سب سے کٹ کٹا کر سب سے چھوٹ چھٹا کر) کی حقیقت جلوہ گر ہو کر اُسے غیرُ اللہ سے منقطع اور ذاتِ ربانی میں ہمہ تن مشغول کر دیتی ہے۔ ذکر سے دل انوارِ الٰہیہ سے معمور اور تجلیاتِ ربانیہ کا محل بن جاتا ہے۔ شیون و صفاتِ الٰہیہ کی جلوہ سامانیاں اور ذاتِ حق کی بارگاہِ قدس میں اُس کا ذکر اسے ملاءِ اعلیٰ کی توجہات اور فیضان کا مورد بنا دیتا ہے۔ 'الفاظِ ذکر' سے 'حقیقتِ ذکر' تک رسائی اسے ذکر سے مذکور (اللہ جل شانہٗ) تک پہنچا دیتی ہے۔ سلوک کی ابتدا الفاظِ ذکر سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا مذکور کی صفات کی معرفت، اشتغال اور ذاتِ متعال کے بے چوں و بے چگوں دھیانِ سرمدی کی کیف انگیزیوں میں ہوتی ہے۔ 'کیفیتِ احسانی' کی ایک پرسکون و نادیدہ تجلی ہر آن اس کے قلب کو مستورِ ازل (اللہ تبارک و تعالیٰ) کے دھیان میں مشغول رکھتی ہے۔

ذکر ذاکر کے دل کو روشن، نرم، منقاد (ماننے والا)، رذائل سے پاک اور فضائل سے رفتہ رفتہ آراستہ کر دیتا ہے۔ تجلیاتِ ذکر سے ذاکر کو مذکور یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص لگن، رابطہ اور نسبت میسر آ جاتی ہے اور وہ محبوبِ حقیقی کے رضا و قرب کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے اس لئے احکامِ الٰہی کی بے چون و چرا تعمیل اور نواہی سے پرہیز اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ ذِکر کی قوتِ محرکہ ذاکر کو ہر آن تحسینِ اعمال اور اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کے حصول میں سرگرم رکھتی ہے۔ گویا ذکر کا لازمہ احکامِ ربانی کی پابندی اور منکرات و فواحش سے کلی پرہیز ہے۔ معاصی کے صدور کے ساتھ ذکرِ حقیقی کا اقتران (اکٹھا ہونا) محض دجل و تلبیس ہے۔ وہ ذکر ذکر ہی نہیں جو ذاکر کو گناہوں سے نہ روک دے اور اُسے احکامِ الٰہی کا پابند نہ کر دے۔ ذاکرین بارگاہِ قدس جل جلالہٗ، وعم نوالہٗ کی رضا و قرب اور اُس کی عطایا و نوازشات کے طالب ہوتے ہیں اور اُس کی بارگاہِ عالی تک رسائی کے لئے معاصی سے اجتناب، اوامرِ الٰہیہ کی پابندی اور اتباعِ سنت کا اہتمام شرط کا درجہ رکھتے ہیں۔ گویا ذاکر وہی ہوگا جو مذکور کے رنگ میں اپنے کو رنگ دے اور اُس کے احکام کی کامل اطاعت اپنا معمول، گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور التزام اپنا شعار اور اتباعِ سنت کو اپنا حال بنا لے ورنہ صورتِ ذکر ہوگی حقیقتِ ذکر کا تحقق و وجود نہیں ہوگا۔

ذکر کی اسی حقیقت و اہمیت کی وجہ سے سلوک و ذکر لازم و ملزوم ہیں۔ یادِ حق سے غافل ہو کر اِس راہ کا ایک قدم بھی نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ طریق کا مقصد شریعتِ مطہرہ کے کامل ظاہری و باطنی اتباع سے اللہ تعالیٰ کی رضائے تام کا حاصل کرنا ہے اور چونکہ اصلاح کا سارا مدار قلب کی درستگی، تصحیحِ نیت اور اعمالِ قلبیہ کے سنورنے پر

ہے۔اس لئے مشائخِ کرام شریعت کے ظاہری احکام کی پابندی، سنتِ نبویہ کے اتباع اور اہتمام کے ساتھ قلب کی پا کی اور صفائی پر توجہ کرتے ہیں کہ دل بن جانے سے انسان بن جاتا ہے اور دل کے بگاڑ سے انسان کا بگاڑ ہے۔ ظاہری اعمال عبادات واخلاق ہوں یا معاملات و معاشرت ان کی خرابی کی اصل جڑ قلب کے کسی گوشہ میں ہی ہوتی ہے۔ ہدایت واصلاح کے سب سے بڑے رمز آشنا سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''ہشیار رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے، ہشیار رہو کہ وہ دل ہے۔　(بخاری ومسلم)

اِس دل کی جِلا اور پاکی ذکرِ الٰہی سے میسر آتی ہے۔حدیث شریف میں ہے:

لِکل شیء صقالة و صقالة القلوب ذکر اللّٰه　(مشکوٰۃ ص ۱۹۹ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: ہر چیز کا صیقل (چمکانے والا) ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضرت سید الملۃ قدس سرہٗ اس حقیقت کا اظہار اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

ذکرِ حق سے صیقلِ کامل ہوا
محو دل سے نقش ہر باطل ہوا
چار جانب بارشِ انوار ہے
جلوہ فرما وہ مہ کامل ہوا
دولتِ کونین سے محروم ہے
جو بھی تیری یاد سے غافل ہوا

قلب کے 'تخلیہ' (رذائل سے خالی کرنا) اور 'تجلیہ' (فضائل سے آراستہ کرنا) کے لئے ذکر کی کثرت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔اس لئے جملہ مشائخِ طریق سالکین کو ذکر کے مختلف طرق بتا کر اُن کے قلوب کو غیر اللہ سے فارغ اور ذاتِ حق میں شاغل بنا کر استحضارِ ربانی کے ساتھ احکامِ الٰہی اور سنتِ مطہرہ کا پابند بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب دل غیر اللہ کا جویا نہ رہے اور اُس میں ایک اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ سما گیا تو انسان ہر چیز سے کٹ کر اُس کا ہو جاتا ہے اور اُس کی زندگی اِنَّ صَلوٰتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط کا مظہر بن جاتی ہے۔(جاری ہے)

بیان جمعہ (09-05-2008)(تیسری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

اِس کے بعد تزکیہ کا جو شعبہ تھا جسے تصوف کے نام سے مدون کیا گیا اِس کے لئے ضروری یہ بات تھی کہ اب حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ تو خود کامل تھے اُسکے بعد کے لوگوں کیلئے تو مرتب کیا ہوا نظام ہونا چاہیے تھا جو کہ انسان کے جذبات کو درست کر کے اِس کی مکمل اصلاح کرے۔ لہٰذا قرآن وحدیث سے ہی لیتے ہوئے اور اُس کی تشریح کرتے ہوئے صوفیائے کرام نے علمِ تصوف کو مدون کیا۔ چنانچہ اُس دور میں رسالۂ قشریہ اور ابوطالب مکی کی ''قوت القلوب'' عربی کی کتابیں مرتب ہوئیں۔ سعودی عرب میں تصوف کی مخالفت کے باوجود ''قوت القلوب'' اور رسالۂ قشریہ کا چرچا ہے۔ میں اُن کے دانشوروں اور علماء سے ملا ہوں کیونکہ میرا تفصیلی وقت سعودی عرب میں گزرا ہوا ہے، بہت لمبے سفر وہاں کئے ہوئے ہیں، ان کے علماء محققین کہتے تھے کہ ہم حقیقی تصوف کے مخالف نہیں ہیں جو کہ اصلاحِ نفس کیلئے ہے، لوگوں کی زندگی بنانے کیلئے ہے بلکہ اُس تصوف کے ہم مخالف ہیں جس کے ذریعے سے بدعتیں اور خرافات وجود میں آئے ہیں۔ مولانا زکریا صاحبؒ تصوف کے امام گزرے ہیں اِس صدی کے۔ انہوں نے آخری زندگی مدینہ منورہ میں گزاری ہے۔ بندہ کو اُن کی زیارت اور مجلس نصیب ہوئی ہے۔ بڑے بڑے عرب علماء جیسے عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اُن کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبدالعزیز بن بازؒ کسی عالم کے ساتھ اِن کا تعارف کرا رہے تھے، اُس سے کہہ رہے تھے **ھذا شیخ زکریا الذی حَنَّفَ موطا امام مالک**۔ یہ شیخ زکریا ہے جس نے امام مالک کی موطا کی تشریح کی ہے ایسی تشریح کی ہے کہ اُس کو حنفی بنا کر چھوڑا ہے۔ اس وقت آپ سے کوئی پوچھے کہ بخاری شریف کی شرحیں جو لکھی گئی ہیں ٹاپ کس نے کیا ہے؟ تو ٹاپ ساری دنیا اسلام میں لامع الدراری نے کیا ہے جو کہ مولانا زکریا صاحبؒ کی لکھی ہوئی ہے۔ لامع الدراری اِس وقت بخاری کی جو شرح ہے ساری دنیائے اسلام نے اُس کو مانا ہے کہ اِس کا جواب نہیں ہے۔ سعودی عرب میں، مدینہ منورہ میں مولانا زکریا صاحبؒ کا مرکز تھا مدرسہ شرعیہ جو مسجدِ نبوی کے پاس تھا اور مکہ مکرمہ میں اُن کا مرکز تھا مدرسہ صولتیہ جو کہ بیت اللہ شریف سے آدھا پونا کلومیٹر ہٹ کر ہے۔ دونوں جگہوں پر جہری ذکر کراتے تھے اور کسی نے اُن پر ہاتھ نہیں ڈالا ہے۔ کیونکہ وہ اِس بات کو جانتے تھے کہ ایسا اللہ کا

تعلق والا آدمی ہے اور ایسے علم والا آدمی ہے کہ اِس طرح کے آدمی دنیائے اسلام میں بہت کم ہوتے ہیں ۔تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ اِس کے لئے مدون نظام کی ضرورت تھی جو انسانوں کی تربیت کے لئے انسانوں کی زندگی کو سنوارنے کیلئے ہو، وہ تصوف کی شکل میں ہمارے پاس ہے۔

اب میرے بھائی ایک ضروری بات میں نے کہنی ہے، اُسے غور سے سنیں، وہ یہ ہے کہ اہلِ کفر نے اور یہود نے جب اِس بات کو دیکھا ہے کہ اسلحہ سے اور فوجوں سے ہم اِن کو ختم نہیں کر سکتے ہیں تو انہوں نے ایک اُصول کو لیا ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے، تو انہوں نے کہا اِن کو آپس میں ایک دوسرے سے لڑا کر ختم کرنے کا بندوبست کیا۔ اس میں پہلی سازش یہودیوں نے عبداللہ بن سباح کی شکل میں کی ہے جس نے دورِ فاروقی میں کام شروع کیا ہے اور اُس کا کام دورِ عثمانی میں مکمل ہوا ہے اور اس نے (عبداللہ بن سباح) صحابہ کرامؓ کے نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ کو شہید کرایا ہے۔ خوارج کا گروہ اُس کا پیدا کردہ ہے۔ پھر ان کے ہاتھوں اِس نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو پانچ سال تک لڑایا۔ پھر جب اہلِ خیر نے کوشش کر کے صلح کرائی ۔ جب حضرت علیؓ نے صلح کر لی تو بارہ ہزار خارجی کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے کہا ہم توحیدی ہیں اور قرآن ہمیں آتا ہے اور اِس حضرت علیؓ کو نعوذ باللہ قرآن نہیں آتا ہے اور اِس نے جو صلح کی ہے قرآن کے خلاف صلح کی ہے۔ یہ خارجی عقیدۂ توحید پر منظّم ہو کر کھڑے ہوئے۔ بارہ ہزار نے جو حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے، انہوں نے بغاوت کی اور بغاوت کرنے کے بعد انہوں نے کہا فیصلہ قرآن پر ہوگا۔ حَکم جو ہے وہ قرآن ہے حضرت علیؓ نے قرآن کو لا کر رکھا اور کہا اے قرآن اُٹھ کھڑا ہو ان کے درمیان فیصلہ کر پھر جو سمجھدار لوگ تھے سمجھ گئے کہ قرآن نے تو فیصلہ نہیں کرنا ہے قرآن کی تعلیمات کے عالم نے فیصلہ کرنا ہے اور عالم اب جو ہے خارجی ہوگا یا حضرت علیؓ ہوگا جو کہ براہِ راست شاگرد ہے حضورﷺ کا۔ یہ سارے بارہ ہزار خارجی نہروان میں جمع ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی جو تفسیر کے بہت بڑے عالم ہیں سے کہا کہ جا کر اِن کے ساتھ مذاکرات کرو اور اِن کو سمجھاؤ اور ان کو بغاوت سے روکو۔ انہوں نے جا کر مذاکرات کیے چار ہزار کو توبہ تائب کر لیا۔ پھر مذاکرات کیے یہاں تک کہ چار ہزار مزید توبہ تائب تو نہیں ہوئے لیکن فساد کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور چار ہزار میدانِ جنگ میں منظّم ہوئے اور لڑے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ

نہروان میں فسادی لوگ جمع ہوں گے اور میری اُمت کا افضل طبقہ اُن کے خلاف جہاد کرے گا اور اُن کا خاتمہ کرے گا۔ اُن میں ایک آدمی کا نام لیا فلانا لُنجا ہوگا لنجا یعنی اُس کا ایک بازو نہیں ہوگا۔ فلانا لنجا ہوگا خارجیوں میں اُس کے بازو کی جگہ پر گوشت کا بہت بڑا ٹکڑا ہوگا، اُس کو جب کھینچیں گے اتنا لمبا ہوگا جتنا بازو ہوتا ہے اور چھوڑیں گے تو پھر اپنی جگہ پر آجائے گا۔ تو حضرت علیؓ اپنے لوگوں کو لے کر گئے نہروان میں جنگ ہوئی شدید جنگ ہوئی اور اس کے نتیجے میں خارجیوں کی کمر ٹوٹی اُن کا خاتمہ ہوا۔ پھر جب لاشیں گریں تو آپ نے کہا اِس میں سے فلانے کو نکالو "البدایہ والنہایہ" میں اُس کا نام لکھا ہوا ہے انہوں نے کہا نہیں ملا جی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہروان ہے کہ نہیں؟ انہوں نے کہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر آدمی ضرور ہوگا ایسے تو نہیں ہوسکتا علی نے فساد کیا ہو خواہ مخواہ لوگوں کو قتل کیا ہو۔ حضورﷺ کے فرمانے کے بغیر قتل کیا ہے۔ پھر ڈھونڈا پھر نہیں نکلا ہے پھر آپ نے کہا پھر ڈھونڈو پھر نہیں نکلا ہے۔ ہاں تیسری بار ڈھونڈنے سے لاشوں کے نیچے سے نکلا ہے واقعی اُس کا ایک ہاتھ لنجا تھا اس کو کھینچا تو بازو کے برابر لمبا ہوگیا اُس کو چھوڑا تو اپنی جگہ پر چلا گیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا الحمدللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق میں نے خارجیوں کا خاتمہ کر دیا۔ تو یہود کی ترتیب ہے کہ اصلی، اصلاحی، بنیادی تحریکوں کو بنیادی چیزوں سے ہٹا کر ایسی فالتو بحثوں میں اُلجھا دینا جو وقت کو ضائع کرنے والی ہوں اور اُمت کو فائدہ پہنچانے والی نہ ہوں۔

جب خارجیوں کا خاتمہ ہوا تو دوسرے دور میں یہودیوں نے ایک دوسرے طبقے کو کھڑا کیا جس کو معتزلہ کہتے ہیں۔ وہ یہ بحث کرتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے اللہ کا کلام نہیں ہے۔ فلسفہ کی ایسی بحثیں انہوں نے شروع کرا دیں ایسا الجھا دیا امت کو۔ پوری کتابیں لکھ ماریں اور ناسمجھ علماء کو اپنا ساتھی بنا لیا یہاں تک کہ خلیفہ مامون الرشید کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ جو علمائے حق تھے جو لوگوں میں اصلاح کا کام کر رہے تھے امت کو سنبھال رہے تھے ان کو لا لا کر کوڑے مار مار کر شامت کر دی۔ اور یہ معتزلہ درباری، خوشامدی مولوی بن کر بادشاہ کے گرد جمع ہوگئے۔ امام احمد بن حنبلؒ جیسی بڑی دنیائے اسلام کی شخصیت کو لا کر کوڑے مار رہے ہیں کہ معتزلہ کا مسلک اختیار کر لو۔ وہ کہتے بادشاہ سلامت یہ غلط ہے یہ امت کو تباہ کرتا ہے میں کیسے مانوں؟ بیوقوف اور سادہ لوح مخلص نیز مفاد پرست ان کے ہاتھ آئے ہوئے تھے۔ ہمیشہ کے لئے جب دیکھیں کہ آدمی ایسی ترتیب کو بول رہا ہے جس کا اصلاحِ نفس اور انسان کی شخصیت کی تعمیر کے ساتھ تعلق نہیں ہے جیسے

حضورﷺ نور ہیں کہ بشر؟ یا اللہ! سوچیں یہ کوئی بات ہے بحث کرنے کی۔ ساری امت کہتی ہے کہ نور کیا ہے آپ ﷺ نورٌ علی نور ہیں۔ ایک تو نور ہے خالق کا وہ تو اللہ کا نور ہے وہ تو خالق کا نور ہے مخلوق خالق نہیں ہوسکتی اور باقی جتنے انوارات پیدا کیے زمین وآسمان میں وہ حضورؐ کے نور کی برکت سے پیدا کیے۔ لہٰذا وہ مہا نور ہوئے اس پر تو بحث ہی نہیں ہے۔ اب اس بات کا تعمیر شخصیت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ لیکن اس کو انگریزوں نے شروع کرایا کہ مسلمان دو طبقوں میں بٹ کر لڑیں اور اُن کا مقصد انہوں نے حاصل کرلیا۔

ایک آدمی مسلمان ہوا محمد حسین بٹالوی اُس کا نام تھا بڑا محنتی تھا اس نے تفسیر پڑھی، حدیث پڑھی جب فقہ کو پڑھنے لگا تو فقہ تھا مشکل اُس میں پریشان (confuse) ہوگیا۔ اپنی اس پریشانی (confusion) کے بارے میں بولنے لگا۔ انگریزوں کی حکومت تھی ان کو اندازہ ہوا کہ یہ آدمی تو اچھا خاصا اختلاف پیدا کرسکتا ہے۔ آدمی مخلص تھا ایجنٹ نہیں تھا ایسے حالات اُسے مہیا کیئے کہ اُس نے اچھا خاصا اختلاف پیدا کردیا۔ کوئی بھی دین کا کام کرنے والا آدمی جب خوفِ خدا، اصلاحِ اعمال اور فکرِ آخرت کے بجائے ایسے اختلافی موضوعوں کو چھیڑ رہا ہو تو سمجھ جائیں کہ یہ کفار کا خریدا ہوا نمائندہ (Paid Agent) یا سادہ لوح، احمق (Innocent,Idiot) نمائندہ ہے جس کو کوئی پیسے لیا ہوا آدمی استعمال کررہا ہے۔ آخری عمر میں محمد حسین بٹالوی کو فقہ کا فہم پیدا ہوا، تقلید نہ کرنے کی حسرت ہوئی لیکن پھر کچھ نہ کرسکا کیونکہ اُس نے اہلِ حدیث کا ایک طبقہ کھڑا کردیا تھا۔ ایک دفعہ خیبر میڈیکل کالج کے ایک اہلِ حدیث سپرینڈنٹ نے میرے سامنے امام ابوحنیفہؒ کو برا کہا، میں نے کہا اے فلانے اگر تیری جگہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب ہوتے (جو اہلِ حدیث کے بڑے عالم گزرے ہیں) تو وہ کبھی یہ بات نہ کرتے جو تو نے کہی ہے، جب میں نے یہ بات کہی تو اُس کا سر جھک گیا اور پھر بات نہ کرسکا۔ واقعی ثنا اللہ امرتسری صاحب اور لاہور کا اہلِ حدیث کا غزنوی خاندان اپنے مسلک پر چلتے ہوئے دوسروں کو برا بھلا کہنے سے گریز کرتے تھے۔

(جاری ہے)

دو واقعات

(انجینئر نجیب الدین محمد صاحب)

غزالی کے گزشتہ شمارے میں ڈاکٹر سفیر صاحب نے کسی قادیانی مریضہ کے ساتھ گزرا ہوا واقعہ لکھا تھا۔ بندہ کے ساتھ بھی کچھ اس قسم کا تجربہ ایک مرتبہ پیش آیا۔

تقریباً دو سال پہلے ملتان کے قریب ایک فیلڈ میں میری ڈیوٹی تھی۔ فیلڈ کی ضروریات کی چیزیں زیادہ تر ملتان کی مارکیٹوں سے خریدی جاتی تھیں۔ واپس آکر خریدی ہوئی اشیاء کی جانچ پڑتال فیلڈ سیکورٹی انسپکٹر سے کرا کر بلوں کی کلیئرنس کرائی جاتی تھی۔ بندہ کو کچھ اشیاء مشینری وغیرہ خریدنے کے لئے ملتان جانا پڑا۔ واپس آکر بلوں کی کلیئرنس کے لئے سیکورٹی انسپکٹر کے کیبن میں داخل ہوا۔ سیکورٹی افسر اُمّت کے اس گروہ سے تعلق رکھتا تھا جن کے مذہب میں جھوٹ بولنا عبادت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دینا جن کا شیوہ اور قرآن میں تحریف جن کا عقیدہ ہے۔

ہمارے شیخ و مربی حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کا بتایا ہوا روحانی نسخہ ہے کہ جب کبھی کسی وجہ سے ایسے بدعقیدہ لوگوں سے نشست و برخاست کی نوبت آجائے تو دل ہی دل میں یہ مراقبہ کرنا چاہئے کہ یا اللہ! میرے شرور سے ان کی حفاظت فرما اور ان کے شرور سے میری حفاظت فرما۔ اس بات کا دھیان کرتے ہوئے جائیں گے تو روحانی طور پر دونوں قلوب کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور قلب دوسروں کے عقائد کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا انشاءاللہ۔

بندہ یہ دھیان جماتے ہوئے سیکورٹی انسپکٹر کے پاس جا بیٹھا اور اس کو بلوں کی تفصیلات بتانی شروع کیں۔ سیکورٹی انسپکٹر کے جسم سے عجیب قسم کی بدبو آرہی تھی جس سے تھوڑی ہی دیر میں میرے سر میں درد شروع ہو گیا اور شدید متلی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ قریب تھا کہ اس کے سامنے ہی قے کرتا۔ میں فوراً کوئی عذر بنا کر باہر نکل گیا اور کچھ دیر کھلی فضا میں سر پکڑ کر بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر میں طبیعت سنبھل گئی تو وہاں سے چلا آیا اور ایک دوسرے بندے کو بھیج کر بل کلیئر کرائے۔

بندہ ذرا کمزور صحت کا مالک ہے۔ سیکورٹی انسپکٹر کے ساتھ نشست کے دوران باطن تو الحمدللہ

حضرت کی روحانی برکت سے بُرے اثر سے محفوظ رہا لیکن ظاہری صحت وجسمانی کمزوری کی وجہ سے بدن پر اس کا اثر آیا اور سر درد اور متلی کی کیفیت ہوگئی۔

انسپکٹر موصوف کے بارے میں اُس کے کیمپ کے بندوں سے سنا کہ جب یہ غسل کر کے نکلتا ہے تو غسل خانے میں تین چار گھنٹے تک ایک عجیب بدبو پھیلی ہوتی ہے جو کافی وقت گزرنے کے بعد بھی زائل نہیں ہوتی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فرض مقبول نہ نفل۔ یہ شاید ہمارے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا اثر ہے جو ایسے لوگوں کے لئے آپ ﷺ نے فرمائی ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم نے صبح کی مجلس میں ایک عجیب واقعہ سنایا۔ عراق میں کسی جگہ کچھ کی قبریں تھیں۔ جانور چوپائے وہاں سے گزرتے تو ان کا پاخانہ نکل جاتا۔ اس بات کا چرچا ہوا۔ لوگ دور دراز سے اپنے قبض کے مارے چوپائے لے کے آجاتے، جیسے ہی ان قبروں کے پاس ان کو کھڑا کر دیتے چار پانچ دنوں کا قبض کھل جاتا۔ دربار کے متولیوں نے اپنے بزرگوں کی اس ''کرامت'' کا بڑا فائدہ اُٹھایا اور خوب ہدیئے اینٹھے۔ کوئی صحیح العقیدہ صاحبِ کشف بزرگ وہاں مراقب ہوئے تو اُن پر منکشف ہوا کے قبروں میں پڑے مردے بڑے سخت عذابِ قبر میں مبتلا ہیں۔ جانور، چوپائے جو عذابِ قبر سُن لیتے ہیں جب قبروں کے قریب کھڑے کر دئے جاتے ہیں تو مارے ڈر، خوف و دہشت کے ان کا پیشاب پاخانہ خطا ہو جاتا ہے اور یوں سخت سے سخت قبض کھل جاتا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میرے صحابہؓ اور میرے دامادوں کے بارے میں میری رعایت کیا کرو۔ جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اُس کی حفاظت فرمائیں گے اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بَری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے ہوئے اس گروہ سے اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆

بحث میں نہ اُلجھیں

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہ)

گردوپیش سے سلسلے سے متعلق حضرات یہ شکایتیں پیش کر رہے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات، جنہیں اہلِ حدیث کہا جاتا ہے، الجھتے ہیں اور بحث مباحثہ کرتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کے خلاف چل رہے ہو، حدیث پر امام کی باتوں کو ترجیح دیتے ہو۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ حدیث کا انکار کرتے ہو۔ بعضے یہاں تک آجاتے ہیں کہ تم نے یہود کی طرح، اِتَّخَذُوْ اَحْبَارَھم و رھبانھم اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہ ، اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کی جگہ ربّ بنایا ہوا ہے۔ اس بحث سے بات کو کفر کے فتوے تک لے جاتے ہیں۔ خاص زور آمین بالجہر اور رفع یدین پر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں بندہ کی طرف سے عرض ہے کہ آپ انہیں اپنے مسلمان بھائی سمجھیں کیونکہ توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد، اس طرح پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعت یہ تو متفق علیہ مسائل ہیں، یہ تو اُصولی چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ دین کا ایک حصہ فروعی مسائل ہیں۔ فروعی مسائل کے سلسلہ میں خود حضورﷺ کے سامنے آپؐ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق مختلف تشریحات کی ہیں اور اُن پر عمل کیا ہے جس کے لئے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایک گروہ نے ٹھیک کیا اور دوسرا غلطی پر ہے۔ اس لئے فروعی مسائل میں ائمہ کے اختلافات ہیں۔ ہر کسی نے نیک نیتی سے صحیح سے صحیح بات تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اور اپنی رائے کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔ جو آدمی دلائل سننے کے بعد جن دلائل سے متاثر ہو جائے اس کے ذمے لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ اس طرح کچھ فقہی ترتیبیں مختلف علاقوں میں چل پڑی ہیں۔ وہاں کے ائمہ مجتہدین، ان کے ادارے اور مدارس، ان کی کتابیں، نیز ان معاشروں میں ان کے معاشرتی تعلقات، ان علاقوں اور معاشروں میں توازن، جوڑ، یک جہتی، اعتماد و اعتبار اور محبت کے تعلقات ان علاقوں میں تقلید کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان کو چھیڑنا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔ نیز ان غیر مقلدین کو سمجھایا جائے کہ رفع یدین، آمین بالجہر، ننگے سر ہو کر نماز پڑھنا، ٹانگیں کھول کر نماز پڑھنا یہ ایسے مسائل نہیں کہ ان کا پرچار کیا جائے اور ان کی تبلیغ کی جائے، بلکہ تبلیغ توحید، رسالت، آخرت، عبادات، اخلاقِ فاضلہ مثلاً اخلاص، تواضع، ہمدردی وغیرہ کا حاصل کرنا اور کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا وغیرہ سے بچنا، ان چیزوں کی ہوتی ہے۔ اس تبلیغ سے معاشرے میں مثبت تبدیلی آتی ہے اور شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

نئی نسل کی ذہن سازی

(محترمہ شاندانہ وزیر، طالبہ سال آخر ایم بی بی ایس، کیبر میڈیکل کالج، پشاور)

کیبر میڈیکل کالج میں داخلہ لینے سے پہلے ایک امریکن فنڈڈ پروگرام کے تحت امریکہ جانے کا اتفاق ہوا۔ .F.Sc کے بعد میرا خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ نہ ہوسکا تو دوسری بار انٹری ٹیسٹ (entry test) کے لئے تیاری شروع کر دی اور ساتھ ہی .B.A میں بھی داخلہ لے لیا لاء (Law) اور پولیٹیکل سائنس (Political Science) کے ساتھ بی اے کیا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس سال Third Year میں میں نے اپنا کالج ٹاپ کر لیا۔

انہی دنوں امریکن کونسلیٹ کی طرف سے ہمارے کالج کی پرنسپل کو ایک خط آیا کہ ہم آپ کے کالج کی اچھی طالبات کا پروگرام کے لئے انٹرویو کرنا چاہتے ہیں جس میں اگر کوئی کامیاب ہوا تو اسے چھ ہفتوں کے لئے امریکہ بھیجا جائے گا۔

اس پروگرام پر جانے کے لئے سب ہی خواہش مند تھے کیونکہ ایک تو ہم ویسے بھی امریکہ سے متاثر ہیں، دوسرا یہ کہ امریکہ دیکھنے کا یہ بہترین موقع تھا اور پھر اس کے بعد جو certificate ملنا تھا اس کی بھی ہماری نظر میں کافی اہمیت تھی۔ ہمارے کالج سے چھ لوگوں کا کونسلیٹ میں انٹرویو ہوا جس میں میری selection ہوگئی۔ کیونکہ پاکستان سے صرف سات لوگوں نے جانا تھا اس لئے ابھی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی انٹرویو ہونے تھے اور پھر فائنل سلیکشن ہونا تھا۔ کافی دنوں بعد مجھے بتایا گیا کہ پشاور سے فائنل سلیکشن آپ کا ہوا ہے اور آپ اپنے کاغذات تیار کر لیں۔

کچھ قریبی جاننے والے پہلے بھی اس طرح کے پروگراموں پر جا چکے تھے اس لئے گھر والوں سے اجازت لینے میں زیادہ مسئلہ نہیں ہوا۔ ضروری تیاریاں مکمل کیں اور مقررہ تاریخ پر واشنگٹن کے لئے روانہ ہوگئے۔

اس پروگرام کا مقصد ہمیں امریکی تاریخ، سیاست اور معاشرے کے متعلق آگاہ کرنا تھا اور وہاں لے جا کر یہ دکھانا تھا کہ امریکہ کیسے اپنی دریافت کے دن سے لے کر آج تک اپنا نظامِ حکومت چلا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں آج ان کے عوام بھی خوشحال ہیں اور ملک بھی ترقی کر رہا ہے۔ تاکہ ہم بھی واپس جا کر اس

نظام (system) کے اصولوں کو اپنے ملک میں لاگو (apply) کریں اور اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

ہم جب کالج میں پڑھا کرتے تھے تو Political Science کی کلاس میں خاص طور سے امریکہ کی مثال ہمیشہ ایک بہترین سسٹم کے طور پر ملتی تھی کہ وہاں حکومت بہترین طریقے سے کام کر رہی ہے اس لئے وہ لوگ ہم سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں سے اور میڈیا پر بھی ہمیشہ امریکہ کی تعریفیں ہی سنیں تھیں۔ اس لئے امریکہ جانے کا اور دیکھنے کا شوق اور بھی زیادہ ہوگیا تھا۔

ہمارا اکیس لوگوں کا گروپ تھا جن میں سے سات کا تعلق پاکستان سے، سات کا انڈیا سے اور سات کا تعلق بنگلہ دیش سے تھا۔ امریکہ میں ہم وہاں کی ایک ریاست میری لینڈ (Maryland) کے ایک تاریخی قصبے چیسٹر ٹاؤن (Chester Town) میں رہے۔

ویسے تو وہاں جا کر بہت کچھ دیکھنے کا، جاننے کا اور سیکھنے کا موقع ملا۔ لیکن سب سے بڑی بات جو میں نے اپنے اندر محسوس کی وہ یہ تھی کہ مجھے اپنے مذہب اور اپنے ملک سے محبت اور لگاؤ اور بھی زیادہ ہوگیا۔ وہاں پر قیام کے دوران بہت سے واقعات پیش آئے جن میں سے کچھ واقعات قلمبند کرنا چاہوں گی۔

ہمارا چھ ہفتے کا schedule ایسے ترتیب دیا گیا تھا کہ ہر ہفتے ایک موضوع ہوتا اور اس موضوع پر وہ ہمیں اپنے ملک کے بارے میں معلومات دیتے اور ہم بھی اپنے اپنے ملک کی طرف سے اس پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے۔

پہلے ہفتے امریکہ کی ابتدائی تاریخ اور ان کے آئین پر بات ہوئی۔ ہمیں بتایا گیا کہ امریکہ کا آئین عوام کی خواہشات کے مطابق بنا اور اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں بھی عوام کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ہوئیں۔ امریکی آئین کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ امریکہ کے بننے کے بعد ایک لمبے عرصے تک اس میں عورتوں اور سیاہ فام باشندوں کو ان کے حقوق نہیں ملے۔ اس کے لئے ان کو بہت سی تحریکیں چلانا پڑیں جو سالہا سال چلتی رہیں۔ سیاہ فام لوگوں کو تو اب بھی وہاں نچلے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔ امریکی مانتے ہیں کہ ان کے آئین کی یہ بڑی کمزوریاں تھیں جو بعد میں دور کر دی گئیں تھیں۔

پھر ہمارے نظامِ حکومت کی بات آئی اور ہمارے ہاں لوگوں کے حقوق کا ذکر ہوا۔ ہم نے بڑے

فخر سے ان کو بتایا کہ ہمارے ملک کا آئین تو پہلے دن سے ہی اسلامی نظامِ حکومت کے تحت بنا اور وہ ایک مکمل نظام ہے۔ اس میں شروع ہی سے عورتوں کو ان کے تمام حقوق دے دیے گئے ہیں اور رنگ و نسل کے بھی سارے فرق مٹا دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر شہری کے حقوق و فرائض بڑے تفصیل کے ساتھ اور آئیڈیل طریقے سے اس میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ تو ہمیں پاکستان کے آئین کے بننے کے حوالے سے اس طرح کے مسائل پیش نہیں آئے۔

یہاں تک تو ٹھیک تھا کہ ہمارا نظام بہترین ہے لیکن جب یہ سوال اٹھا کہ اگر آپ کا نظام پہلے ہی سے بہترین ہے اور اتنا مکمل ہے تو آپ لوگوں کی موجودہ حالت سے اس کی خوبیاں نمایاں (reflect) کیوں نہیں ہو رہیں۔ اور آپ کا ملک اتنی تیزی سے ترقی کرتا ہوا کیوں نظر نہیں آ رہا۔ اُس وقت ہمارے پاس کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ نظام تو اچھا ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ کسی نے یہ جواب دیا کہ اس پر عمل اس طریقے سے نہیں ہو رہا جیسے ہونا چاہئے تھا۔ اس پر ایک انگریز نے کہا کہ عمل شاید اس لئے نہیں ہو رہا کہ یا تو آپ کا سسٹم مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے اور یا پھر یہ عملی (practical) ہی نہیں رہا۔

ان کے اس جواب پر بہت شرمندگی اور افسوس ہوا کہ ہم نے اپنے مذہب کو ایسا چھوڑ دیا ہے اور اپنے نظامِ حکومت کا یہ حال کر دیا ہے کہ وہ لوگ اس کے بارے میں ہم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا نظام عملی ہے ہی نہیں۔ حالانکہ ہماری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب اسلامی نظامِ حکومت قائم ہوا تو مسلمانوں نے پوری دنیا پر حکومت کی اور یہ تو وہ نظام ہے جو ۱۴۰۰ سو سال پہلے بھی عملی تھا، آج بھی عملی ہے اور قیامت تک عملی رہے گا۔ لیکن ہم اس کی تعریف کسی اور کے سامنے کیسے کرتے جب ہم نے خود ہی اس کو چھوڑا ہوا ہے۔

تین دن ہم نیویارک میں رہے۔ وہاں ایک ہوٹل میں تیس پینتیس سال کی عمر کے ایک صاحب سے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں ان کے مذہب کا ذکر ہوا تو انھوں نے بتایا کہ ان کے والدین میں سے ایک عیسائی اور ایک یہودی ہے لیکن میں اپنے آپ کو ان دونوں میں سے کسی مذہب سے متاثر نہیں پاتا۔ اس لئے میں نے ابھی تک اپنے لئے کوئی مذہب نہیں چنا۔ اُس کی اس بات پر ہمیں بڑی

حیرت ہوئی۔ کیونکہ دنیا میں بہت سے مذاہب ایسے ہیں جن کے عقائد پر اگر سوچا جائے تو عقل قبول نہیں کرتی لیکن پھر بھی اس کے ماننے والے موجود ہیں اور اپنے دل کے سکون کی خاطر اس پر زندگی بھی گزار رہے ہیں لیکن یہ بات بہت عجیب لگی کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کوئی مذہب ہے ہی نہیں۔

اسی طرح ہمیں ایک چرچ لے جایا گیا جو ایک خاص عقیدے کے لوگوں کا تھا جن کو Quakers کہتے ہیں۔ جب امریکہ نیا بنا تھا تو اس عقیدہ کے ماننے والے کافی تعداد میں تھے اور یہ چرچ بھی اسی وقت کا بنا ہوا تھا۔ شام کو ہماری ایک امریکی طالبعلم سے اس کے بارے میں بات ہوئی۔ انھوں نے Quakers کے متعلق ہمارے خیالات پوچھے اور بتایا کہ وہ بھی ان سے کافی متاثر ہیں کیونکہ اس مذہب میں عبادت کا طریقہ ان کو اچھا لگا جو یہ تھا کہ وہ چرچ میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور یہ تصوّر کرتے ہیں کہ وہ براہِ راست خدا سے بات کر رہے ہیں۔ اس پر ہم نے ان کو اسلام میں نماز کا تصور بتایا کہ نماز میں بھی انسان اللہ تعالیٰ سے براہِ راست بات کرتا ہے اور دن میں پانچ مرتبہ باقاعدگی سے جب وہ اللہ کے حضور حاضر ہو کر دل کی ساری باتیں کرتا ہے تو اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ تو اس نے پوچھا کہ جب مسجد میں اس کو سارے لوگوں کے ساتھ اس کو نماز پڑھنی ہوتی ہے تو یہ تو اکیلے میں بات نہ ہوئی۔ تو ہم نے تہجد کے بارے میں بھی ان کو بتایا اور باجماعت نماز کا concept سمجھانے کی بھی اپنی طرف سے کوشش کی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ جو وہاں مذہب ہی کے حوالے سے پیش آیا۔ جب ہم امریکہ سے واپس پاکستان آرہے تھے تو واشنگٹن سے لندن کی فلائٹ پر میرے ساتھ ایک بڑی عمر کا آسٹریلین جوڑا بیٹھا۔ فلائٹ سات گھنٹے کی تھی۔ سفر کے دوران ان سے بات چیت ہوتی رہی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی سے ملنے جا رہے ہیں۔ میں نے بھی ان کو اپنے بارے میں بتایا۔ جب ان کو پتا چلا کہ میں مسلمان ہوں اور پاکستان سے تعلق رکھتی ہوں تو وہ حیران ہوئے اور کہا کہ مسلمان تو بہت سخت ہوتے ہیں اور آپ کے ملکوں میں تو عورتوں پر بڑی پابندیاں ہیں۔ ان دنوں افغانستان میں بنی ہوئی طالبان کی وڈیو ان ممالک میں بہت دکھائی جاتی تھی کہ وہ برقعوں میں بھی عورتوں کو مار رہے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں بہت سے غلط خیالات آگئے تھے۔ اس پر ان خاتون کو کچھ پاکستان اور اسلام کے بارے میں بتایا کہ اسلام میں کوئی

بھی قانون ایسا نہیں ہے جو ظلم کا حکم دیتا ہو یا اس میں کسی کے لئے کوئی سختی ہو۔ تھوڑا بہت اور بھی اپنی کوشش کے مطابق اسلام کے بارے میں بتایا۔ وہ اور اس کا شوہر کافی دیر تک غور سے میری بات سنتے رہے۔

ان تین موقعوں پر اور اسی طرح کے کچھ اور موقعوں پر مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ اگر میرا اور میرے ان اور مسلمان ساتھیوں کا اسلام کے متعلق علم اور عمل تھوڑا اور بھی زیادہ ہوتا تو شاید ان میں سے کوئی نہ کوئی اسلام سے متاثر ہو ہی جاتا۔ ان کی دنیا و آخرت سنور جاتی ہم بھی وہاں کسی قابل ہو جاتے۔ ہمیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے ہمیں اپنا عظیم الشان مذہب دے کر زندگی گزارنے کا طریقہ بتا دیا ہے۔ زندگی کے اچھے اور مشکل اوقات میں اپنی طرف رجوع کرنے کی طاقت دی اور پکارنے پر اپنی مدد کا وعدہ کر کے ہر مشکل آسان کر دی۔ اس نے ہمیں عبادات کے ذریعے اپنا تعلق دیا اور روح کو تسکین پہنچانے کے طریقے بتا دئے۔ کیونکہ اللہ ہی نے ہمیں بنایا ہے اور وہی سب سے زیادہ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔ اسی لئے اسلام میں اگر کوئی پابندی بھی ہے تو وہ بھی ہمارے لئے رحمت ہی ہے۔

اس سفر اور پروگرام کے بعد جس بات کا احساس مجھے سب سے زیادہ ہوا وہ یہ تھا کہ ہم ان سے اتنے متاثر اس لئے ہیں ہم ان کی ظاہری ترقی اور چمک دمک کو دیکھتے ہیں لیکن ہمیں یہ نظر نہیں آتا کہ ان ممالک کے لوگ خود کو دی ہوئی بے جا آزادی کے ہاتھوں آج اتنے بے چین ہیں کہ اتنی ترقی اور زندگی کی تمام تر سہولیات کے باوجود مطمئن نہیں ہیں۔ ہم ان سے اس لئے بھی اتنے متاثر ہیں کہ ہمیں اپنی پہچان بھی نہیں ہے۔ نہ ہی ہمیں اپنے مذہب کے متعلق معلومات ہیں اور نہ کبھی ہم نے اپنی تاریخ پڑھی ہے اور جب ہمیں ان سب کا پتا نہیں ہے تو ہمیں ان کی قدر بھی نہیں ہے۔

امریکہ میں ہم جس کالج میں ٹھہرے ہوئے تھے، اس کے Retired President سے ایک دن کھانے پر اپنے ملک کے رہن سہن پر بات ہوئی۔ ہم نے ان کو بتایا کہ ہمارے ہاں شادیاں بڑے اہتمام سے ہوتی ہیں اور اس کے بعد میاں بیوی ساری عمر ایک دوسرے کے ساتھ ہی گزارتے ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں تو شادی ہوتی بھی بہت جلدی اور آسانی سے ہے اور پھر ٹوٹ بھی آسانی سے جاتی ہے۔ یعنی نہ شادی کرنا بڑا مسئلہ ہے اور نہ توڑنا کوئی مسئلہ ہے۔ ان کو ہم نے اپنے

ہاں مشترکہ خاندانی نظام (joint family system) کے بارے میں بتایا کہ وہاں اکثر لوگ گھروں میں مِل جُل کر رہتے ہیں اور بزرگوں کی وہاں بڑی عزت کی جاتی ہے جس پر وہ بڑے حیران ہوئے کیونکہ مشترکہ خاندانی نظام کا وہاں کوئی تصور (concept) نہیں ہے اور والدین جب بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کو old house بھیج دیا جاتا ہے کیونکہ لوگوں کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ گھر پر اپنے والدین کی دیکھ بھال اور خدمت کر سکیں۔

ایک دن ہمیں بھی old house لے جایا گیا۔ وہاں اتنے سارے بوڑھوں کو دیکھ کر ہمیں بہت عجیب بھی لگا اور بہت دکھ اور افسوس بھی ہوا۔ ایک طرف کچھ بوڑھے بیٹھ کر شطرنج وغیرہ کھیل رہے تھے اور کچھ ادھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ وہاں کے نگران نے ہمیں بتایا کہ وہ ان لوگوں کو یہاں مصروف رکھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان کو چھوٹے موٹے کام کرنے کو دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے لئے وقتاً فوقتاً کوئی تقریب وغیرہ منعقد کرتے رہیں تاکہ ان کا دھیان بٹا رہے اور ان کو گھر والوں کی یاد نہ آئے۔ اس پر اپنے بزرگوں کا خیال آیا تو سوچا کہ اپنے ملک میں حالات اس سے کافی بہتر ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں بوڑھے والدین کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ وہ اگر کبھی بیمار ہو جائیں تو بچے ان کی خدمت میں لگ جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کو ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں ان کا اکثر وقت خود ہی عبادت میں گزر جاتا ہے تو ان کو مصروف رکھنے کے لئے بھی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ لیکن اب ہمارے ہاں بھی حالات اسی طرح ہوتے جا رہے ہیں اور والدین کی اب یہاں بھی اس طرح عزت اور خدمت نہیں کی جاتی۔

وہاں جب لوگوں سے ہماری بات چیت ہوتی تو اکثر لوگ بہت حیران ہوتے کہ ہم کیسے ان کی زبان اتنی اچھی طرح بول لیتے ہیں کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے ہماری قومی زبان اردو کا نام تک نہیں سنا تھا۔ میں سوچتی کہ آپ کو نہیں معلوم ہمارے ہاں انگریزی پر کتنی محنت ہوتی ہے اور جو جتنا آپ کے لہجے اور آپ کے طریقے سے انگریزی بولے وہ اُتنا ہی بڑا آدمی شمار ہوتا ہے۔ اور اگر ان کو ہماری زبان کا کچھ علم نہیں تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ ہمارے ہاں بھی اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔

جمعہ کی اکثر نمازیں مسجد میں پڑھیں۔ پھر نماز کے بعد اکثر وہاں کے امام سے بات ہوتی۔ اگر امام کی

کوئی بات ہمیں ٹھیک نہ لگتی تو وہ بعد میں ہم ان سے discuss کرتے۔ ہماری باتوں کو ہمارے ساتھ والے انگریز طلباء بھی دلچسپی سے سنتے اور سوالات بھی پوچھتے اور مجموعی طور سے ایک اچھا تجربہ رہتا۔

ایک دن واشنگٹن میں جب ہم آخری بار مسجد گئے تو امام سے باتوں کے دوران شیعہ اور سُنّی کے متعلق کوئی بات ہوئی۔ ہمارے ساتھ گروپ میں کچھ لوگ شیعہ تھے اور کچھ سُنّی تھے۔ کسی بات پر دونوں کا اختلاف ہوا جس کے بعد گروپ کے لوگ آپس میں بھی اور اُن امام صاحب سے بھی لڑنے لگے۔ بہت دیر بحث چلتی رہی۔ اس وقت سارے امریکی ساتھی حیرت سے کبھی ہمیں دیکھتے اور کبھی آپس میں ایک دوسرے کو۔ اس لڑائی جھگڑے پر مجھے بہت زیادہ افسوس ہوا اور دل چاہا کہ اسی وقت وہاں سے باہر نکل جاؤں۔

امریکہ اور وہاں کے لوگوں کی اور باتیں جو ہم سے مختلف تھیں وہ یہ تھیں کہ وہاں کے لوگ وقت کے بہت زیادہ پابند ہیں اور وہاں ہر کوئی اپنا کام خود کرتا ہے۔ ہمیں جانے سے پہلے وہاں کی مصروفیات (activities) کا جو کیلنڈر ملا تھا اس پر چھ ہفتے بہت باقاعدگی سے عمل کیا گیا اور جس طرح اس میں وقت تقسیم کیا گیا تھا اسی کے مطابق ہمیں بھی منٹوں کے حساب سے کام کروایا گیا۔ جو وقت صبح ناشتے کا تھا اس میں ناشتہ کرنا ہوتا تھا اس کے بعد سب کچھ بند ہو جاتا تھا چاہے کوئی رہ ہی کیوں نہ جاتا۔ اسی طرح tours کے اوقات، لیکچرز کے اوقات وغیرہ کی سختی سے پابندی کرائی جاتی۔ اکثر رات یا دوپہر کے کھانے پر کسی کے گھر ۷ بجے جانا ہوتا تو مطلب ۷ بجے ہی جانا ہے۔ یہاں کی طرح کا حساب نہیں تھا کہ اگر کسی نے ۷ بجے بلایا ہے تو مطلب ۹ یا ۱۰ بجے جانا ہوتا ہے۔

وہاں رہتے ہوئے بہت سے ایسے کام جو یہاں کبھی نہیں کیئے تھے، خود ہی کرنے پڑے۔ ایک خاتون کبھی کبھار آکر صفائی میں مدد کر دیتی تھیں جس کے لئے واپس آتے وقت کارڈز اور تحفے خرید کر بڑی عزت سے شکریہ ادا کیا۔ حالانکہ یہ اس کی ڈیوٹی میں شامل تھا۔ جبکہ ہمارے ہاں نوکروں کے ساتھ ایسا رویّہ نہیں برتا جاتا۔

اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ ہمیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے لئے ہدایت کے راستے کھول دے اور ہمیں اوروں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بنائے۔ آمین۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک باب (آخری حصہ)

(پروفیسر ڈاکٹر سید اطہر غنی، شعبۂ پیتھالوجی، کیبر میڈیکل کالج، پشاور)

سب لوگ ایک ہی دھن میں ایک ہی سمت رواں تھے کہ ناگہاں ایک شخص ہاتھی پہ سوار فریاد کرتا پہنچا کہ "بھائیو! اس طرف نہ بڑھو، آگے گُجر ہیں جو لاٹھیوں سے سر پھاڑ دیتے ہیں اور جو کچھ پاس ہو چھین لیتے ہیں"۔ لوگ اس طرف سے پلٹ گئے اور دوسری سمت روانہ ہوگئے۔ مگر ابھی چند قدم چلتے تھے کہ کوئی اور کہہ دیتا تھا گُجر اس طرف بھی ہیں۔ سب لوگ بلا تحقیق اس کی بات بھی مان لیتے اور کسی اور سمت بھاگ نکلتے۔ بچے ماؤں سے جدا ہوگئے۔ گمشدہ بچے روتے ہوئے ہوتے، مائیں بچوں کو ڈھونڈنے دیوانہ وار بھاگتی پھرتیں۔ مگر کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ تھا۔

اسی تگ ودو میں دن تمام ہوا اور رات نے اپنا پردہ تان لیا۔ شام کے قریب ہمارا کارواں ایک گاؤں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ کچھ لوگ چوپال کے باہر بیٹھے ہیں۔ والد صاحب قدم بڑھا کو ان کے پاس پہنچے اور رات کے ٹھہرنے کے لئے جگہ اور کھانے پینے کے لئے چیزوں کی درخواست کی۔ انھوں نے ہماری پذیرائی کی۔ جب دم میں دم آیا تو حال کا فکر ہوا۔ سوچا فرید آباد چلے جائیں جو اس وقت تک شورش سے بچا ہوا تھا اور وہاں ہمارے ایک عزیز بھی رہتے تھے۔ گاؤں والوں سے التجا کی کہ ان میں سے چند آدمی ہمارے ساتھ ہولیں اور ہمیں فرید آباد پہنچا دیں۔ وہ بہت حجت کے بعد آمادہ ہوئے اور سب کی گنتی کر کے چار روپیہ فی کس اُجرت طے پائی۔ انھوں نے اصرار کیا کہ اسی وقت چل پڑیں تاکہ راتوں رات اپنی منزل پر پہنچ جائیں، کیونکہ دن کے وقت انھیں خود اپنے دشمنوں اور دوسرے غارت گروں سے خطرہ تھا۔ ہماری خواتین نے بھی رات کے پردے کو غنیمت جانا کہ دن کی روشنی میں غیروں کے سامنے چلنا ان کے لئے از حد مشکل تھا۔ ان گجروں میں سے چار بلند قامت آدمی اپنی بڑی بڑی تلواریں اور چوڑی چوڑی ڈھالیں لے کر ساتھ ہو لئے۔ اگرچہ وہ خود فتنہ پرور تھے اور قتل و غارت گری ہی ان کا پیشہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے دلوں میں رحم ڈال دیا۔ انھوں نے والد صاحب کا نام پوچھا تو وہ خود ان کی سیادت کا گواہ تھا۔ بولے کہ "آپ سید ہیں فکر نہ کریں ہم قول دیتے ہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے"۔

دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد رات ہوتے ہی پھر سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ پاؤں میں آبلے

پڑ گئے اور پنڈلیاں پھوڑا بن گئیں مگر جان کے خوف نے تن کے فکر سے آزاد کر دیا تھا۔ خواتین کے لئے بہلی تلاش کرنے کے لئے کہا تو جواباً محافظوں نے کہا کہ راستہ ریگزار میں سے گزرتا ہے جہاں بہلی کام نہ آئے گی اور اگر وہ چل بھی سکی تو خارزار میں سے گزرنے سے جو شور پیدا ہوگا وہ سوئے ہوئے فسادیوں کو جگا دے گا۔ ناچار اٹھ کھڑے ہوئے اور اُفتاں وخیزاں چل پڑے۔ محافظ کشمکش کے عالم میں تھے کہ پورے کارواں میں صرف دو تین جوان تھے باقی سب خواتین، بچے یا بوڑھے۔ یہ لقمۂ تر انھیں بہت رغبت دلا رہا تھا مگر کچھ اپنے وعدے کا پاس تھا، کچھ سیادت کا لحاظ اور کچھ ہم بیکسوں کی مجبوری اور بدحالی کا منظر تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے برے ارادے سے باز رہے۔ ابھی تھوڑا سا فاصلہ ہی طے ہوا تھا کہ وہ رک گئے اور بولے کہ ”ہم اپنے علاقے کی حدود تک آگئے ہیں، اس سے آگے ہمارے دشمنوں کا علاقہ ہے، اب آپ اپنی جانوں کی حفاظت کا خود بندوبست کریں“۔ ہم مصیبت زدوں نے منت سماجت شروع کی اور اُجرت بڑھانی شروع کر دی حتیٰ کی فرید آباد تک پہنچانے کے فی کس تیرہ روپیہ کر دئے۔ اس کے علاوہ دن کے وقت کی جو مروّت تھی اب اس کا بھی یہ حال ہوگیا کہ میرے چچا نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی ان میں سے کسی کی اس پر نظر پڑ گئی اور ان کی گردن پکڑ کر بولا کہ یہ مجھے دے دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ جاؤ اپنا راستہ ناپو۔ اس پر وہ درُشتی پر اُتر آیا۔ والد صاحب سامنے آئے اور بتایا کہ وہ ان کے بڑے بھائی ہیں تو تب کہیں جا کر چھوڑا کہ ”اے سید میں تجھے قول دے چکا ہوں اس لئے چھوڑے دیتا ہوں“۔

کہیں صبح کے قریب فرید آباد کے نزدیک پہنچے جو دہلی سے بارہ کوس (۱۸ میل) کے فاصلہ پر تھا۔ جب اجرت ادا کرنے کے لئے لوگوں کی گنتی کی تو دیکھا کہ میرے دادا کے چھوٹے بھائی سید ہاشم علی صاحب کہیں نہیں ہیں۔ وہ قضاءِ حاجت کے لئے راستے میں کہیں رکے اور پھر راہ گم کر بیٹھے۔ وہ کہیں تین دن کے بعد بھوکے پیاسے فرید آباد پہنچے۔ ان کے پاس کوئی چیز بھی نہ تھی، ایک تکیہ نشین فقیر سے سوکھی روٹی کا ٹکڑا ملا تو ایک کنویں کے کنارے بیٹھ کر پانی سے تر کر کے کھایا۔

آخر کار ہمارا کارواں جب فرید آباد پہنچا تو چند دن آرام وسکون سے بسر ہوئے۔ وہاں کا ہر گھر دہلی والوں سے بھرا پڑا تھا۔ سب زمین پر سوتے اور مٹی کے برتنوں میں کھاتے پیتے۔ ان حالات میں اس جمِ غفیر کے لئے اس سے بہتر انتظام ہو بھی نہ سکتا تھا۔ ان نازک بدنوں کے لئے جنھوں نے اپنی عمر ناز ونعم

میں بسر کی تھی، یہ سب انتہائی تکلیف کا باعث تھا، مگر تیر و تفنگ کی بارش اور پا پیادہ صحرا نوردی سے نجات حاصل کرنے کے بعد یہ بھی بہت غنیمت معلوم ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ اس کے بعد ان مصیبت زدوں پر جب بھی کوئی آفت گزری یا بعد میں بھی فقر و فاقہ سے بسر ہوئی تو وہ کبھی بھی زبان پر حرفِ شکایت نہ لائے۔ انھوں نے ہمیشہ ان عبرت ناک مناظر کو اپنے پیش نظر رکھا اور اپنے ننگ و ناموس کی سلامتی کو ہر طرح کی نعمت پر فوقیت دی۔

جب فرید آباد میں امن قائم ہونے کی خبریں پہنچنا شروع ہوئیں تو گھر اور عزیزانِ وطن کی یاد نے ستانا شروع کیا۔ اور وہاں کے حالات معلوم کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ مگر دہلی کے بارے میں کوئی بھی اچھی خبر نہ ملی۔ سب ہی باشندے تباہ و برباد اور گھر ویران ہو چکے تھے۔ سوائے چند ثابت قدم لوگوں کے یا بعض بے سہارا ضعیف خواتین کے کوئی بھی اپنی جگہ باقی نہ رہا تھا۔ ان بے یار و مددگار ضعیف خواتین میں سے بعض کو گھروں میں لوٹ مار کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا لانے والے فوجی ان کے گھروں سے بھی نکال لائے اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر لا بٹھایا جہاں فوجی ان پر ترس کھا کر کھانے پینے کو کچھ دے دیا کرتے تھے۔ جو گھروں میں ہی رہیں ان کا انجام ہمارے عزیزوں میں سے ایک کے ذکر سے واضح ہو جائے گا۔ ان کی ایک بہت ہی ضعیف کنیز تھی جسے بھاگتے وقت ساتھ نہ لے جا سکتے تھے، اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں چھوڑ گئے تھے۔ خود اپنے اور عزیزوں کے ساتھ دہلی کے نزدیک ایک گاؤں میں پناہ گزیں ہوئے۔ کبھی کبھار چھپ چھپا کر حالات معلوم کرنے کے لئے گھر آ جاتے تھے۔ جب پہلی مرتبہ گئے تو بڑھیا کو حالتِ نزع میں دیکھا اور اپنے سامان کو صحن میں بکھرا ہوا اور اس میں سے اکثر چیزوں کو غائب پایا۔ دوسری مرتبہ کنیز کو مُردہ اور سارے ہی سامان کو غائب پایا۔ دفن کرنے کی مہلت ہی نہ تھی۔ جب تیسری مرتبہ گئے تو اس بیچاری کے جسم کے اعضاء اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے اور کتوں کی دعوت ہو رہی تھی۔

جو لوگ خواتین کی بے پردگی کے خیال سے یا کسی اور مجبوری سے گھروں سے نہ جا سکے تھے تو کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو ان پر نہ گزری ہو۔ ان میں سے بھی ایک مثال ہمارے عزیزوں میں سے ہی ایک کی ہے۔ وہ طبیب تھے اور بہت ہی پابندِ وضع شخص تھے۔ ان کے گھر میں ان کی اہلیہ، دو جوان بیٹے اور چند دوسرے عزیز رہتے تھے۔ جب ایک عرصے کے بعد ہمارے گھر والے دہلی پہنچے اور ان سے ملنا ہوا تو

ان ضعیفہ نے یہ حالات سنائے۔ایک دن کچھ انگریز اور ہندوستانی سپاہی گھر میں تین چار مرتبہ گھس آئے اور جو ہاتھ لگا اٹھا کر چلتے بنے۔ان کے گھڑی گھڑی آنے سے گھر والے بھی دلیر ہو گئے تھے اور بعض مرتبہ کشمکش بھی ہو جاتی تھی۔وہ کوئی چیز اٹھاتے اور گھر والوں میں سے کوئی دوسری طرف سے پکڑ کر اس کو واپس کھینچتا۔کبھی وہ غالب آتے اور لے بھاگتے،کبھی گھر والے جیت جاتے اور انھیں نکال باہر کرتے۔اس جھگڑے میں یہ ضعیف خاتون سب سے تیز تھیں۔یہ جو چیز بھی پکڑ لیتیں ہرگز ہاتھ سے نہ نکلنے دیتی تھیں۔سپاہی چاہے جتنا بھی زور لگاتے اس چیز کو ہاتھ سے نہ جانے دیتیں۔اپنی جگہ جمی رہتیں اور ان کو کوسنے بھی دیتی جاتیں۔ایک دن دو فرنگی گھس آئے اور ان کی نماز کی چوکی اٹھا کر جانے لگے۔انھوں نے جھٹ اس کا ایک پایہ پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔چونکہ اس زمانے میں وہ ایک لال چادر اوڑھتی تھیں اس لئے وہ فرنگی کہنے لگے''لال بی بی چھوڑ دو،لال بی بی چھوڑ دو''۔انھوں نے پایا ہرگز نہ چھوڑا۔فریاد کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں''روسیاہو!مردارو!دفع ہو جاؤ،جلا دوں گی مگر کبھی بھی جانے نہ دوں گی''۔آخر تنگ آ کر وہ باہر نکل گئے۔

ان جیتوں نے ان لوگوں کو اور دلیر کر دیا تھا۔مگر کب تک،آخر کار مصیبت آ ہی پہنچی۔ایک دن بڑا بیٹا ایک سپاہی سے کوئی چیز واپس چھین رہا تھا کہ اس نے غصے میں آ کر پہلو میں سنگین مار دی۔ابھی وقت نہ آیا تھا،باپ نے اپنی حکمت کام میں لاتے ہوئے زخم سی کر مرہم پٹی کر دی۔دوسرے تیسرے دن یہی واقع چھوٹے بیٹے کو در پیش ہوا۔اس مرتبہ سپاہی نے بندوق چلا دی،شور وغل سن کر بڑا بیٹا اپنی جگہ سے ہلا تو اس کے زخم کے ٹانکے کھل گئے۔اس طرح دونوں بھائی ایک ہی دن اللہ کو پیارے ہوئے۔کوئی یار و مددگار بھی نہ تھا۔خود ہی گھر کے سامنے قبریں کھود کر دونوں کو دفن کیا۔پھر ایک عزیز نے بھی جامِ شہادت نوش کیا اور یوں ایک ہی گھر کے تین لوگ کام آئے۔گھر بے چراغ ہو گیا،سب مال و متاع بھی لُٹ گیا اور پردہ بھی گیا مگر پھر بھی حکیم صاحب نے پاس وضع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اسی گھر کو آباد کئے رکھا۔

اسی فکر میں تھے کہ پریشانی کے اسباب فرید آباد تک بھی آ پہنچے۔فاتحین نے باغیوں کی تلاش اور باقی ملک پر قبضہ کرنے کے لئے ادھر کو رخ کر لیا۔پانی پت جو پنجاب کے راستے میں آتا تھا،اسے انگریزوں نے پہلے ہی فتح کر لیا تھا اور ویسے بھی وہاں زیادہ فساد بھی نہیں ہوا تھا۔اس کتاب کے مصنف

سید قاسم علی بخاری وہاں ایک عرصہ تک جج رہے تھے۔ وہ میرے (سید موئید علی کے) دادا کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے سید اصغر علی اس زمانہ میں وہیں قیام پذیر تھے۔ پھر وہاں کے قاضی زادگان، جو حضرت مخدوم تُرک پانی پتی کی اولاد میں تھے، ہمارے آباؤ اجداد سے دیرینہ مراسم رکھتے تھے۔ اس لئے ہمارے کارواں نے وہاں کا قصد کیا۔ چونکہ امن وامان آہستہ آہستہ قائم ہونے لگا تھا اور راستوں کے فتنہ فساد کا گرد وغبار بھی صاف ہونے لگا تھا، اس لئے اب سفر کرنا دشوار نہ رہا تھا۔ بہلیوں کا انتظام کیا گیا اور بخیریت منزل تک پہنچ گئے۔ وہاں کے شرفاء میں سے ایک 'قاضی چھینا' کہلاتے تھے۔ ان کا گھر کرایہ پر لیا گیا اور چار مہینہ تک وہیں قیام رہا۔ اہلِ پانی پت نے خاطر مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اہلِ دہلی کی، جو وہاں کثیر تعداد میں پناہ گزیں تھے، بہت محبت سے دلداری کی اور خاص طور سے ہمارے کارواں سے بہت ہی زیادہ تعاون کیا۔

ابھی سفر کی تیاری بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک اور بلا نازل ہوئی۔ سنا گیا کہ میرے دادا کے چھوٹے بھائی سید ہاشم علی کو اہلِ بغاوت میں سے سمجھ کر ان کی تلاش ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی والوں پر قضائے الٰہی سے ایک عظیم اور شدید بلا نازل ہوئی تھی۔ بغاوت انگریزی فوج میں شروع ہوئی تھی، دیسی سپاہ نے اپنے انگریز افسروں کو قتل کر کے دہلی کا رخ کیا اور وظیفہ خوار بادشاہ کو مجبور کیا کہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ بادشاہ ایک ضعیف تھے اور حکمرانی کی قوت نہ رکھتے تھے۔ وہ بولے "میرے لئے پلاؤ کی ایک قاب کافی ہے اور ملک گیری کی کوئی ہوس نہیں، مجھے گوشہ نشین ہی رہنے دو"۔ مگر باغی نہ مانے اور ان کے سینے پر بندوق رکھ کر زبردستی فرمانِ حکومت جاری کروالیا۔ بادشاہ کے بیٹے، پوتے، نواسے نشۂ جوانی میں اٹھ کھڑے ہوئے، کوئی جرنیل بن بیٹھا کوئی کرنیل، اور اہلِ شمشیر کے سے رنگ و بو اپنانے کی کوشش کرنے لگے مگر حقیقت میں ان کے پاس نہ کوئی اختیار تھا اور نہ ہی کاروبارِ حکومت سے کوئی واقفیت ہی رکھتے تھے۔ سب سیاہ وسفید کی مالک باغی سپاہ ہی تھی۔ انھوں نے دہلی میں جتنے بھی انگریز تھے سب کو، عورتوں بچوں سمیت تہ تیغ کیا، پھر شہر کے اوباشوں سے مل کر لوٹ مار شروع کر دی۔ شہر کے فتنہ پرور جھوٹی سچی مخبری کر دیتے کہ فلاں شخص نے انگریزوں یا ان کے بیوی بچوں کو چھپا رکھا ہے، تو یہ لشکری فوراً اس گھر پر یورش کر دیتے۔ چاہے کسی انگریز کا نام ونشان بھی نہ ملتا، اس گھر کو تاراج کر دیتے اور اس کے مکینوں کی عزت وناموس خاک میں ملا دیتے۔

پھر جب دہلی پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہوا تو وہ سب اہلِ دہلی کو اپنا دشمن سمجھنے لگے اور ایک مدت

تک ان سے اپنے اہلِ خانہ، خاص طور سے اپنے بچوں کی موت کا بدلہ پوری شدت سے لیتے رہے۔ ہر میدان میں شامیانوں کی بلّیاں گاڑ کر پھانسی گھاٹ بنا رکھے تھے اور جس پر بھی بغاوت کا ذرا سا شبہ بھی ہوتا بغیر کسی تحقیق کے اس بیچارے کو فوراً پھانسی پر لٹکا دیتے اور اس میں بہت ہی تیزی دکھاتے۔ مثلاً دہلی کے شرفاء میں سے ایک صاحب، جو ہمارے بزرگوں کے ساتھ شہر سے نکل گئے تھے کہ بال بچوں کے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ تلاش کریں، جب ذرا امن ہوا تو ایک بہلی لے کر واپس ہوئے کہ بال بچوں کو بھی نکال لائیں۔ راستہ میں ان سولیوں پر نظر پڑی تو دہشت زدہ ہو کر بہلی کا پردہ آنکھوں کے سامنے کر لیا۔ اتفاقاً ایک انگریز کی نظر پڑ گئی، وہ سمجھا کہ باغیوں میں سے ہے اس لئے چھپ رہا ہے۔ دوڑ کر گھسیٹ لایا اور فوراً دار پر چڑھا دیا۔ وہ اس طرح سے اہلِ دہلی کو ڈرا کر بغاوت کا خیال بھی ان کے دل سے ہمیشہ کے لئے نکالنا چاہتے تھے۔ فتنہ پروروں کو بھی موقع ہاتھ آ گیا اور وہ لوگوں کے خلاف بغاوت میں شامل ہونے کی جھوٹی سچی مخبریاں کرنے لگے۔ جس کسی کا بھی نام لیا جاتا فرنگی اس کی تلاش شروع کر دیتے۔

یہ اور ایسی ہی اور وہشت ناک خبریں تھیں جو وطن اور اہلِ وطن کے بارے میں سنائی سے رہی تھیں۔ دہلی میں امن وامان قائم ہونے کا نہ کوئی امکان نظر آتا تھا اور نہ ہی واپس جانے کہ کوئی صورت دکھائی دیتی تھی۔ بلکہ یہ مشہور تھا کہ فرنگیوں کو دہلی اور اہلِ دہلی سے شدید نفرت ہوگئی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ وہاں کے سب گھروں کو زمیں برابر کر کے جنگلی جانوروں اور درندوں کے لئے ایک بیابان بنا دیں۔ پھر اس جگہ ایک بلند مینار تعمیر کریں تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ یہاں کبھی ایک شہر آباد تھا جو کسی کے غضب کا نشانہ بن گیا۔ یا ایک بند باندھ کر دریا کے پانی کو روک کر ایک جھیل بنا دیں جہاں لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر مچھلیاں پکڑا کریں اور اس شہر اور اس کے باسیوں کے انجام کو یاد کیا کریں۔

یہی حالات تھے کہ جن کی وجہ سے ہمارا خاندان دہلی واپس جانے کا خیال چھوڑ کر کئی معتقدین کے پُر زور اسرار پر آخر کار جالندھر جا بسا۔ ویسے بھی میرے (سید موئید علی کے) پردادا سید محمد علی بخاری اور ان کے بڑے بھائی سید احمد علی بخاری کے مزارات وہیں تھے، کہ وہ اورنگزیب عالمگیر کے آخر دور میں وہاں جا بسے تھے۔ ان کی وفات کے بعد میرے دادا سید حسین علی اور خاندان کے دوسرے افراد کو ان کے ماموں مفتی اکرام الدین مرحوم نے اپنے پاس واپس دہلی بلا لیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

ہیپاٹائٹس سی

(اختر حسین صاحب لیکچرار بائیوٹیکنالوجی، یونیورسٹی آف پشاور)

پچھلے کئی سالوں سے پاکستان میں ایک بیماری کا بہت چرچا ہے۔ ہر ایک شخص پڑھا لکھا، ان پڑھ، معاشرے کا ہر کوئی اپنی فہم و فراست کے مطابق اس کے متعلق رائے زنی کر رہا ہے۔ اس بیماری کا نام ہیپاٹائٹس سی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ بیماری ہے بھی یا نہیں۔ میں چاہوں گا کہ اس کے متعلق چند مستند علمی اور سائنسی حقائق پیش کروں۔ Hepatitis کیا ہے اور کس طرح جسم کو متاثر کرتا ہے؟ ہیپاٹائٹس سی، جگر کی سوزش کی ایک قسم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ جگر میں ایک وائرس، جس کا نام Hepatitis C Virus ہے، کا پرورش پانا ہے۔ اس وائرس کا جینیاتی مواد RNA ہے۔ یہ ان چند وائرس میں سے ایک ہے جو کہ اپنے ہئیت اور ساخت کے حوالے سے بہت ہی چھوٹی جسامت کا ہے۔ یہ وائرس انسانی جسم میں انتقال خون سے منتقل ہوسکتا ہے یا جنسی تعلقات سے یا ایک ہی سرنج سے کئی آدمیوں کو انجکشن لگانے سے۔

جن ذرائع سے یہ وائرس انسانی جسم میں داخل نہیں ہوتا:

۱۔ پانی ۲۔ ہاتھ ملانے سے ۳۔ دودھ سے

۴۔ متاثرہ ماں سے پیدا ہونے والے بچے کو ۵۔ ماں کے دودھ کے استعمال سے بچے کو

۶۔ مچھر کے کاٹنے سے ۷۔ کھٹمل یا دوسرے کیڑوں کے کاٹنے سے

۸۔ چھینک سے ۹۔ آنسوؤں سے ۱۰۔ کھانسی سے

جسم میں داخل ہونے کے بعد ہیپاٹائٹس سی کا وائرس کیا کرتا ہے؟

جسم میں داخل ہو کر یہ جگر میں چلا جاتا ہے جہاں پر بیماریوں کے خلاف انسان کی قوتِ مدافعت اس کے خلاف لڑ کر اس کو ختم کر سکتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات نہایت ہی مستند اور باوثوق علمی اور سائنسی حوالوں سے منظر عام پر آئی ہے کہ 20% مریض بغیر کسی علاج معالجے کے یا دوائی لئے خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کی قوت مدافعت ذرا کمزور ہوتی ہے اُن میں یہ وائرس بغیر کوئی نقصان دئے جگر میں غیر مؤثر اور کاہل رہتا ہے۔ اس سے ایک قدم آگے ہو کر جو کہ بالعموم ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کہ شراب نوشی یا تمباکو نوشی یا مرغن مصالحہ دار غذاؤں کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کا جگر چونکہ متذکرہ بالا عادات کی وجہ سے

کمزور ہوتا ہے وہاں پر اس وائرس کا حملہ ہونے کا امکان ہوسکتا ہے۔ اگر یہ عادات جلد اور بروقت نہ روک لی جائیں تو پھر احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ وائرس جگر کو متاثر کرے اور اس میں سوزش پیدا کرے جگر کے اسی حالت کو Hepatitis کہتے ہیں جس کے لفظی معنی سوزشِ جگر ہے۔ چونکہ یہ وائرس بھی جگر کی سوزش پیدا کرتا ہے اس لئے اس بیماری کو بھی ہیپا ٹائٹس سی کہا جاتا ہے۔ یہ حالت اگرچہ نقصان دہ ہوسکتی بالخصوص تمباکو نوشی اور شراب نوشی سے لیکن بہرحال یہ حالت کسی طرح بھی اسی مرحلے پر جان لیوا ثابت نہیں ہوتی۔

اس مرحلے سے آگے ایک اور مرحلہ ہوسکتا ھے جس کا نام Cirrhosis ھے:

سِروسِز میں جگر سکڑ جاتا ہے اور اس کے افعال بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کو ہوسکتا ہے جن کا جگر کثرتِ شراب نوشی، تمباکو نوشی اور مرغن مصالحے دار غذاؤں کے حد درجہ زیادہ استعمال سے انتہائی متاثر ہو چکا ہوتا ہے۔ جن لوگوں میں یہ عادات نہ ہوں ان میں اس حالت کا واقع ہونا حد درجہ کم ہوتا ہے۔ لیکن Cirrhosis اس وقت تک جان لیوا ثابت نہیں ہوتا جب تک یہ جگر کے سرطان (Hepatocellular Carcinoma) تک پیش رفت نہیں کرتا۔ جگر کا سرطان جان لیوا ہوسکتا ہے لیکن قارئین اللہ کے رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔ جگر کا سرطان صرف انتہائی ہی قلیل مریضوں میں جان لیوا ثابت ہوا ہے۔ یہ بات سائنسی اور طبی اعداد وشمار کے روشنی میں مختلف عالمی معیار کے طبی رسالوں میں چھپ چکی ہے کہ صرف تین فیصد HCV مریضوں میں Hepatocellular Carcinoma جان لیوا ہوسکتا ہے۔

ہیپا ٹائٹس سی کے جسم میں داخلے سے لیکر جگر کے سرطان تک (جو کہ شراب نوشوں میں زیادہ ہوتا ہے) کا عرصہ 35-40 سال لے لیتا ہے۔ اور اس میں بھی شرح اموات (3%)۔ یہ دورانیہ بسا اوقات اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

ھیپاٹائٹس سی کے وائرس کی مختلف اقسام یا جینو ٹائپس Genotypes:

اب تک ہیپا ٹائٹس سی وائرس کی ایک درجن سے زائد مختلف اقسام دریافت کی گئی ہیں۔ ان اقسام کو طبی اصطلاح میں جینو ٹائپس کہا جاتا ہے۔ جن میں جینو ٹائپ 1a, 1b, 3a وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر دو اقسام 1a اور 1b مغربی ممالک میں زیادہ پائی جاتی ہیں جبکہ پاکستان میں جو قسم پائی

جاتی ہے وہ 3a ہے جو کہ اپنے خاندان کے دوسرے وائرس سے انتہائی کمزور ہے۔ شائد یہ حقیقت پاکستانیوں کے لئے باعث رحمت ہو اور اس وائرس سے جگر کے سرطان کے واقعات اول الذکر دو اقسام سے بھی کم تر ہے۔ اسی طرح اس سے شرح اموات بھی خاطر خواہ حد تک کم ہوتی ہے۔

ھیپاٹائٹس سی کے لیے آج کل مروجہ ادویات:

اس ضمن میں یہ بتاتا چلوں کہ اس کے لئے جو ادویات Interferon یا Ribovirin دی جاتی ہیں وہ اکثر غیر مؤثر رہتی ہیں اور بعض مواقع پر مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ان ادویات کے مضر اثرات (Side Effects) زیادہ ہیں۔

متبادل ادویات:

مختلف انواع کی جڑی بوٹیاں اور نباتاتی ادویات ہیں جو کہ جگر کے لئے اور ہیپاٹائٹس سی کے مریضوں کے لئے مفید ہیں۔ یہ ادویات Interferon کی طرح انسانی جسم کے خون کے ذرات کو متاثر نہیں کرتیں بلکہ یہ صرف جگر کے لئے تقویت کا باعث بنتی ہیں۔ امریکہ کے طبی ادارے NIH نے 1145 مریضوں میں اِن کے خاطر خواہ اثرات دیکھے۔

Milk Thistle یہ ایک پودا ہے جسکا سائنسی نام Silybum Marianum ہے۔

یہ پودا پاکستان بالخصوص ان دنوں پشاور میں عام پایا جاتا ہے۔ یہ ایک خودرو جڑی بوٹی ہے جس کا پھول بنفشی مائل گلابی ہوتا ہے جبکہ اس کے پتے ذرا کاٹنے دار ہوتے ہیں اور اس پر سفید دھبے ہوتے ہیں۔ اس کو مقامی زبان میں 'ازغکے' کہتے ہیں۔ پشاور یونیورسٹی کے باٹنی ڈیپارٹمنٹ کے ڈاکٹر فرح حسین صاحب، یا جناب غلام دستگیر صاحب (لیکچرار)، یا قاضی ذبیح اللہ صاحب سے اس پودے کے متعلق مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مزید برآں یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ خودرو جڑی آجکل پی سی ایس آئی آر PCSIR لیبارٹری اور پشاور یونیورسٹی کے درمیان سپین جماعت سے جو سڑک پلوسی اور فارسٹ بازار کو جاتی ہے وہاں پر بکثرت پائی جاتی ہے۔ مذکورہ پودا کئی صدیوں سے یورپ میں جگر کے بیماریوں اور یرقان Jaundice میں استعمال ہورہا ہے۔ امریکہ میں بھی اس پودے کے بیج سے عرق شدہ دوائی جس کا نام سیلامرین (Sylamarin) ہے جگر کی بیماریوں میں استعمال ہورہی ہے۔ یہ دوائی جگر کے لئے کئی

وجوہات کے بنا پر مفید ہے:

۱۔ یہ جگر کے خلیات کی نشو ونما میں مدد دینے کے ساتھ اس کے حفاظت بھی کرتی ہے۔

۲۔ جگر کو آکسیڈیشن کے خلاف تحفظ فراہم کرتی ہے۔ Oxidation ایک کیمیائی عمل ہے جس کے جگر پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

۳۔ اس کے علاوہ یہ جگر کی سوزش کا انسداد بھی کرتی ہے۔

۵۔ یہ جگر کے Detoxification کے عمل میں مدد دیتی ہے۔

وہ تدابیر جو HCV کے خلاف قوت مدافعت زیادہ کرتے ھیں:

ذیل میں چند تدابیر ذکر کی گئی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو کافی حد تک HCV کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سگریٹ نوشی کا ترک کرنا۔

۲۔ شراب نوشی کا ترک کرنا۔

۳۔ مرغن اور مصالحہ دار غذاؤں سے پرہیز

۴۔ سبزیوں (بالخصوص پتوں والی سبزیوں) کا کثرت سے استعمال

۵۔ ایسی غذاؤں، اجناس اور پھلوں کا استعمال جس میں وٹامن سی Vitamic C موجود ہو مثلاً مالٹا، سنگترہ کا زیادہ استعمال

۶۔ اسی طرح دن رات میں آٹھ گھنٹے نیند، جس میں ایک گھنٹہ دوپہر کی لازمی نیند شامل ہے۔

۷۔ سخت جسمانی مشقت والے کام سے پرہیز کرنا۔

۸۔ ذہنی تناؤ (Tension) اور ان عوامل سے بچنا جو ذہنی تناؤ کا سبب بنتے ہوں۔

۹۔ اپنی غذا میں Vit B-Complex اور فولک ایسڈ کو شامل کرنا

محترم دوستو! انشاءاللہ آئندہ شمارے میں اس موضوع پر مزید قلم آرائی کرینگے۔

☆☆☆☆☆☆☆

آج کل کے حالات

(ادارہ)

آج کل کے حالات پریشان کن ہیں یہ تو ہر کسی کو پتہ ہے۔ان حالات میں ہی ایک مسئلہ سوات میں نفاذِ شریعت کا ہے۔یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔اہلِ نظر پریشان تھے کہ اگر ممبرانِ اسمبلی نے اس کے خلاف فیصلہ دیا تو ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔اللہ کا احسان ہوا کہ تقریباً سب پارٹیوں نے حق میں فیصلہ دے کر اپنے آپ کو اس خطرے سے محفوظ کرلیا۔البتہ ایک پارٹی ایم کیو ایم نے جسارت کرتے ہوئے فیصلے سے احتجاجاً واک آوٹ کیا۔اس اثناء میں کسی نے ایک جھوٹی ویڈیو شائع کی جس میں ایک لڑکی کو یہ کہہ کر کوڑے مارتے دکھایا گیا تھا کہ سوات کے شرعی نظام کے تحت مارے جا رہے ہیں۔تعجب ہے کہ قرب وجوار میں بلکہ پورے صوبہ سرحد میں کسی کو اس واقعے کا پتہ نہ چلا لیکن یہ خبر بہت تیزی کے ساتھ ایم کیو ایم والوں کو پہنچ گئی اور انہوں نے اس کے خلاف جلوس نکالنے شروع کر دیئے۔ کراچی سے واپس آنے والے محتاط اہلِ علم حضرات نے بتایا کہ واقعے کے خلاف ہڑتال ایک ظاہری بہانہ تھا اصل میں یہ حضرات شرعی نظام اور اسلامی سزاؤں کے بارے میں ایسے جملے بول رہے تھے کہ جو مسلمان نہیں بول سکتے۔اگر مسلمان ہوتے ہوئے وہ جملے بول لے تو اس کا ایمان سلب ہوتا ہے، بیوی طلاق ہو جاتی ہے، حج کیا تھا وہ باطل ہو جاتا ہے، اور پچھلے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اگر وہ دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہے تو دوبارہ کلمہ پڑھنا پڑتا ہے، دوبارہ نکاح کرنا پڑتا ہے اور حج فرض ہو تو دوبارہ حج کرنا پڑتا ہے۔

سوات کا نفاذ شریعت والا معاہدہ کامیاب نہ ہوا۔کسی معاہدے کے ناکام ہونے کی وجہ یا دونوں فریقوں کی بدنیتی یا کم از کم ایک کی بدنیتی ہوتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ بدنیتی کہاں پر ہے؟ معاہدے کی ناکامی کے بعد طالبان اور سرکاری اداروں کی چپقلش کے نتیجے میں لاکھوں افراد کو دوسرے علاقوں میں ہجرت کرنا پڑی۔حکومت کے شانہ بشانہ عوام نے دل کھول کر لوگوں کا ساتھ دیا اور اُن کی خدمت کی۔اسی ایم کیو ایم نے جن کی سندھ میں حکومت ہے آنے والے متاثرین کا راستہ روکا جو پہنچ کر خیمے لگا چکے تھے انہیں نکلنے پر مجبور کیا مدد کرنا تو دور کی بات ہے۔یہ رویہ یقیناً اسلامی روایات کے خلاف ہے

اور پاکستان کے آئین کے خلاف ہے۔اس سے پہلے ایک فوجی ڈکٹیٹر اور اُس کے ساتھیوں نے مل کر دینی مدرسے کی معصوم بچیوں کا خون بہایا، اُس وقت طاقت اُن کے ہاتھ میں تھی کوئی بول نہیں سکتا تھا لیکن جب قوم کو ووٹ کی طاقت استعمال کرنے کا موقع ملا تو اُن کے منہ پر تھوکتے ہوئے اُن کو رد کیا۔اگر ایم کیو ایم کے عوام نے اِن نام نہاد لیڈروں کو ووٹ کی طاقت سے رد نہ کیا تو اِس کا یہ مطلب ہوگا کہ سارے ہی اسلام مخالف (Anti-Islamic) اور پاکستان مخالف (Anti-Pakistan) سوچ کے حامل ہیں۔ اسلام کو بھی اللہ نے باقی رکھنا ہے اور اس ملک کو بھی اللہ نے باقی رکھنا ہے، ٹکرانے والوں نے پاش پاش ہو جانا ہے۔ جے سندھ والوں نے اس مہم میں اُن کا ساتھ دیا حالانکہ تحریک کے بانی جی ایم سید اس طرح کے آدمی نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میری طرف سے اُس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اُس چیز کی بنسبت زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے اُس پر فرض کی ہے۔یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔تو پھر میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے اور اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس وہ دیکھے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اُس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں۔

آنکھ، کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا دیکھنا سننا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلافِ مرضی نہیں ہوتی۔کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہو جائے۔اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

(فضائلِ اعمال از حضرت شیخ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

(ادارہ)

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (حم السجدہ:۵۳)

ترجمہ: ہم عنقریب اُن کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں اُن کے گردونواح میں بھی دکھائیں گے اور خود اُن کی ذات میں بھی یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے کہ وہ (قرآن) حق ہے۔

(معارف القرآن)

خلائی سائنسدان کہتے ہیں کہ خلا سے زمین کالی نظر آتی ہے مگر دو جگہ روشن ہوتی ہیں۔ دوربین سے دیکھیں تو روشنی والی جگہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہوتی ہیں۔ اللہ اکبر! اور خلا میں ساری فریکوینسی فیل ہو جاتی ہے مگر صرف ایک آواز آتی ہے جو کہ اذان کی آواز ہے۔ سبحان اللہ!

وہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی امروز (فردا۔کل، امروز۔آج)
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود (شبستانِ وجود۔ساری کائنات کی رات)
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذان سے پیدا

(اقبالؔ مرحوم)

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾ (قسط۔۱۲)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

(جاری ہے)
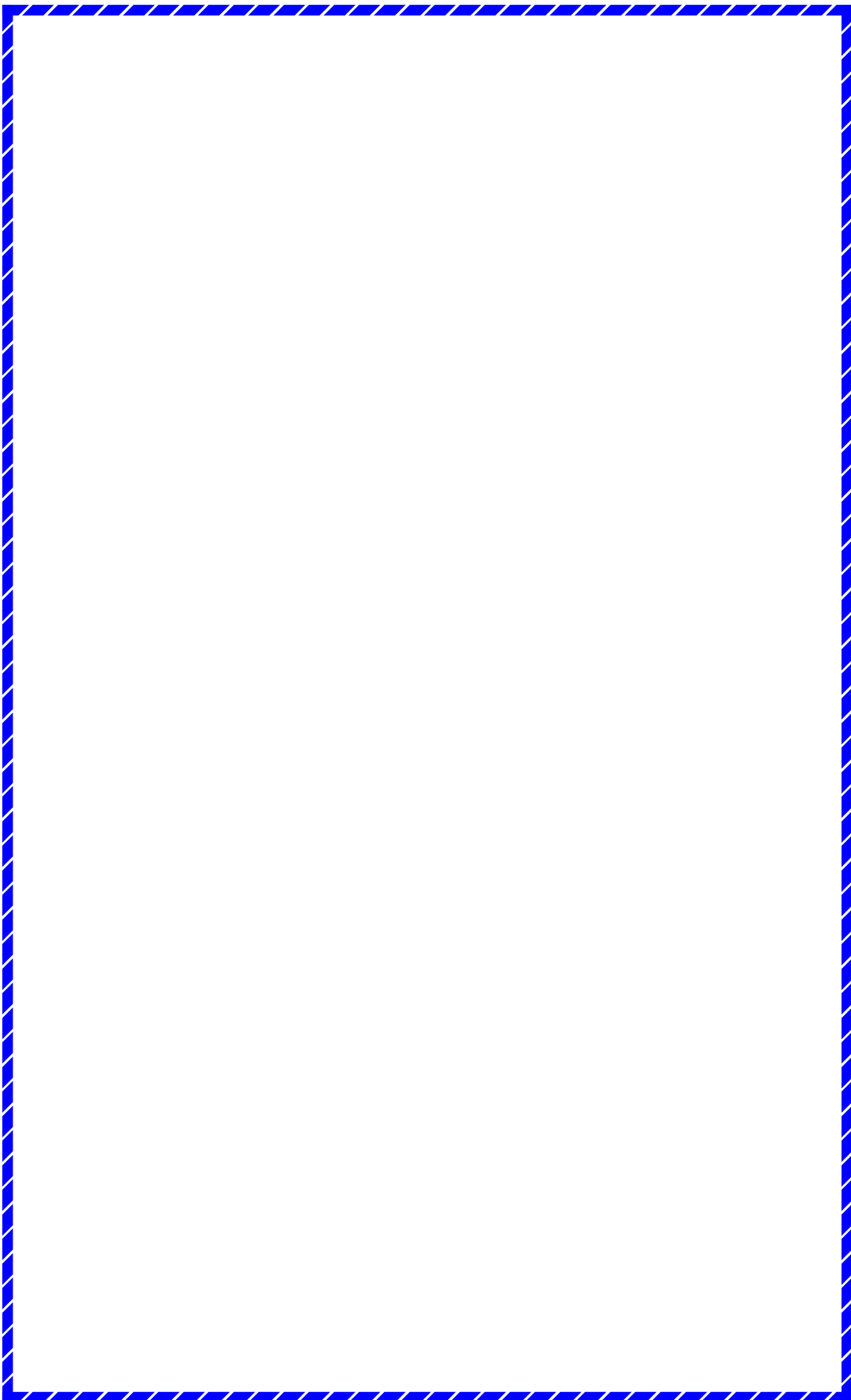
بِسۡمِ اللّٰہِ الۡرَ حۡمٰنِ الۡرَ حِیۡمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ oثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَکِیۡنٍ oثُمَّ خَلَقۡنَاالنُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ oرَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنَoرَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن oرَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ طیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثًاوَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرًا ط اِلٰهِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الۡرَ حۡمٰنِ الۡرَ حِیۡمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ oثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَکِیۡنٍ oثُمَّ خَلَقۡنَاالنُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ oرَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنَoرَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ

خَيْرُ الْوَارِثِيْن ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہاک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آکر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست

ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

یا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ٥ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ٥ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ا ط اِلٰھِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

یا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ٥ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ

خَیْرُ الْوَارِثِیْن ○ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَام.

ادارۂ اشرفیه عزیزیه کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجه اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجه دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجه سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جهری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالـہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اور سوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

ے جان جانی ہے جا کر رہے گی	موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

ے پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی	کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

**اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا	وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا**

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا	دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر

یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆